السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بابت اس مسئلہ کے کہ محمد اسلم ولد ولایت خان کا نکاح شریعت محمدی کے مطابق مسمات نسرین دختر مجرد خان کے ساتھ مورخہ ۱۹۹۱-۶-۱۵ ہوا تھا۔ مسمات نسرین بی بی نے میرے اوپر جھوٹا الزام لگا کر سول جج چونیاں ضلع قصور میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر دیا، جس کا قطعی علم نہ تھا۔ اور اس نے میرے والد کا نام بجائے ولایت خان کے حشمل خان لکھا کر عدالت میں یک طرفہ فیصلہ مورخہ ۹۶-۱۰-۲۸ کو کروا لیا۔ جس کا قطعی طور پر مجھے علم نہ تھا اور نہ ہی میں عدالت میں حاضر ہوا آیا یہ فسخ نکاح ازروئے شریعت جائز ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں مسمات نسرین بی بی نے مورخہ ۱۹۹۷-۲-۲۵ کو مسمی محمد اسحاق ولد ایدھے خاں سے نکاح ثانی کر لیا اب وہ اس کے گھر آباد ہے۔ کیا شریعت محمدی کے مطابق یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر یہ نکاح درست نہیں تو مسمات نسرین واسحاق پر کونسا جرم عائد ہوتا ہے اس کی کیا سزا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل فتویٰ فرمائیے۔ (مطلقہ کتنے دن بعد نکاح کر سکتی ہے؟ (سائل محمد اسلم ولد ولایت خاں موضع کاہنہ نو تحصیل کینٹ ضلع لاہور

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ طلاق دینے کا حق صرف شوہر ہی کو حاصل ہے۔ کوئی بھی دوسرا شخص طلاق دینے کا حق نہیں رکھتا، جیسا کہ قرآن مجید میں یہ امر مصرح ہے۔ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ...٤٩ ... الأحزاب

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ٢٣١ ... البقرة

ان دونوں آیات مقدسہ میں نکاح وطلاق کی اسناد شوہر ہی کی طرف کی گئی، لہٰذا ثابت ہوا طلاق کا اختیار صرف شوہر کو حاصل ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ سَيِّدِي زَوَّجَنِي أَمَتَهُ، وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا، قَالَ: فَصَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا بَالُ أَحَدِكُمْ يُزَوِّجُ عَبْدَهُ أَمَتَهُ، ثُمَّ يُرِيدُ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا، إِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ» (۱: سنن ابن ماجۃ: باب طلاق العبد ج ۲ ص ۵۲ ورواء الغلیل: ج ۷ ص ۱۰۸

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے آقا نے میرا نکاح اپنی ایک لونڈی سے کر دیا تھا، اب وہ ہمارے درمیان تفریق کا ارادہ رکھتا ہے تو رسول اللہ ﷺ یہ سن کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور" فرمایا: لوگو! فلاں آدمی بھی کیا عجیب شخص ہے کہ اپنے لونڈی کا غلام سے نکاح کرنے کے بعد اب اس جوڑے میں تفریق، یعنی طلاق کا ارادہ باندھ بیٹھا ہے۔ یاد رکھو وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتا، کیونکہ طلاق دینے کا اختیار صرف شوہر کا ہے۔

ان آیات کریمہ اور حدیث شریف کی بنیاد پر جمہور علمائے سلف وخلف اس طرف گئے ہیں کہ طلاق بدون گواہوں کی شہادت کے شرعاً واقع ہو جاتی ہے کیونکہ طلاق صرف شوہر کا حق ہے کسی اور کا نہیں۔ چنانچہ السید محمد سابق مصری تصریح فرماتے ہیں:

(ذهب جمهور الفقهاء من السلف والخلف إلى أن الطلاق يقع بدون إشهاد، لان الطلاق من حقوق الرجل) (۲: فقہ السنۃ: ج ۲ ص ۲۲۰

اس بحث سے ثابت ہوا کہ عام حالات میں طلاق دینے یا نہ دینے کا حق صرف شوہر کو حاصل ہے کسی دوسرے کو کیسے باشد؟ کوئی حق حاصل نہیں۔

عورت کے حقوق کا تحفظ

شوہر کے اس حق کو تسلیم کرتے ہوئے بیوی کے حقوق کی پاسبانی کے پیش نظر شرعاً قاضی کو حسب ذیل پانچ صورتوں میں بیوی کے مراقعہ پر تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ قاضی (جج) شریعت کے قانون انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہو اور اپنے منصب رفیع اور اپنی شرعی ذمہ داریوں کا مکمل ادراک بھی رکھتا ہو۔ وہ پانچ صورتیں یہ ہیں۔

۱: التطليق لعدم النفقة:

فامسک بمعروف اوتسریح باحسان" کی روشنی میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد اس طرف گئے ہیں کہ جب کوئی شوہر اپنی بیوی کے نان ونفقہ کی ادائیگی میں عمداً کوتاہی کر رہا ہو یا بوجہ غربت وافلاس کے نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو اور اس کی بیوی ان حالات میں اس کے ساتھ نبھا کے لئے تیار نہ ہو۔

نوٹ: امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر غربت وافلاس کی وجہ سے خاوند نان ونفقہ سے قاصر ہو تو پھر قاضی کو فسخ نکاح کی ڈگری جاری کرنے کا حق نہیں۔

التطليق للضرر: ۲

امام مالک فرماتے ہیں کہ جب خاوند اپنی بیوی پر ظلم وتعدی کا مرتکب ہو اور اس کو ایسی تکلیف پہنچا رہا ہو جو عورت کی برداشت سے باہر ہو یا اس کو کسی غیر اخلاقی قول وفعل، یعنی گانا بجانا اور گناہ کے دھندہ پر مجبور کر رہا ہو اور عورت اپنے دعویٰ کے ثبوت میں قابل اطمینان شہادت پیش کردے یا شوہر اقبال جرم کرلے۔ اور بیوی ان حالات میں رشتہ ازدواج بحال رکھنے پر تیار نہ ہو۔

التطليق الضية الزوج: ۳

امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے مذہب کے مطابق خاوند اگر گھر سے غائب رہتا ہے (۲) خاوند کی اس غیوبت سے عورت کو تکلیف پہنچتی ہے (۳) خاوند بیوی کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں رہتا ہے۔ (۴) بیوی کے شہر میں رہتا ہے، مگر بیوی کے پاس آنا جانا موقوف کررکھا ہے اور (۵) اس قطع تعلقی پر ایک عرصہ گزرچکا ہے اور بیوی اپنے شوہر کے اس رویہ کی تاب نہیں رکھتی۔

التطليق لحبس الزوج: ۴

اگر خاوند کسی جرم کے ارتکاب پر تین سال کے لئے جیل چلا گیا ہے اور یہ فیصلہ عدالت مجاز کا آخری فیصلہ اور خاوند کو قید ہوئے ایک برس ہو گیا ہے اور اس کی بیوی تنہائی کی زندگی میں تکلیف محسوس کرتی ہے تو امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک وہ عورت تنسیخ نکاح کی ڈگری کے لئے عدالت مجاز میں مرافعہ کرسکتی ہے۔ اور قاضی پوری دیانت داری اور غیر جانب داری کے ساتھ عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اور مدعیہ کے شوہر کو سچ مچ باخبر رکھتے ہوئے اور منصب کی جملہ ذمہ داریوں کے ادراک کے ساتھ اور قانون شہادت اور نصاب شہادت کی پابندی میں اور کسی قسم کی ترغیب وتحریص، رشوت اور انتقامی جذبہ کو ٹھکتے ہوئے تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کرسکتا ہے۔ ان پانچ صورتوں کے علاوہ کسی بڑے سے بڑے جج کو شریعت اسلامیہ اور اس کا پیش کردہ الہی قانون وانصاف اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ وہ لوگوں کی بیویوں کو جھوٹے سچے اور پکے کچے گواہوں کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کی ڈگریاں جاری کرتا ہے۔ یا رشوت لے کر خاوند کی اطلاع بغیر تنسیخ نکاح کی ڈگریاں فروخت کرتا پھرے ایسا کرنے والا جج اگر مسلمان ہے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدوں کو پھلانگنے والا ہے اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا باغی ہے مزید برآں بدکاری اور زناکاری کو فروغ دینے والا ہے اور اس قماش کے جج کی سزا سب کو معلوم ہے، مفتی کی وضاحت کی محتاج نہیں۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر اس فاضل جج نے اسلامی قانون عدل وانصاف کی پوری پابندی کے ساتھ اور محمد اسلم ولد ولایت خان کو سچ باخبر کرکے اور قانون شہادت اور نصاب شہادت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے تنسیخ نکاح کی یہ ڈگری جاری کی ہے تو بلاشبہ عنداللہ ماجور بھی ہے بصورت دیگر عنداللہ علی رؤس الخلائق جواب دہی کے لئے تیار رہے۔ اور رہا اس کا یہ یک طرفہ اور خاوند کی بے خبری میں کیا ہوا فیصلہ یا تنسیخ نکاح کی یک طرفہ ڈگری تو سائل اپنے اس سوال میں دروغ گوئی اور کذب بیانی کا مرتکب نہیں تو یہ ڈگری عنداللہ وعندالرسول ﷺ ہرگز نافذ نہ ہے لہٰذا نکاح سابق بحال اور قائم ہے کیونکہ خلاف شرع فیصلہ ازروئے قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ مردود ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الخَصْمُ، فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ، فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَدَقَ، فَأَقْضِيَ لَهُ بِذَلِكَ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ، فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ، فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ فَلْيَتْرُكْهَا» باب مَنْ قُضِيَ لَهُ بِحَقِّ أَخِيهِ فَلاَ يَأْخُذْهُ، فَإِنَّ قَضَاءَ الحَاكِمِ لاَ» (يُحِلُّ حَرَامًا وَلاَ يُحَرِّمُ حَلاَلًا) (ج 2 ص ۱۰۶۴ و ۱۰۶۵)

کہ میں بھی بہرحال بشر ہوں، میرے پاس مقدمہ آتا ہے مدعی اور مدعی علیہ میں سے ایک فریق چرب لسان اور تیز طرار ہوتا ہے، میں اس کی چرب لسانی کی وجہ سے اس کو سچا قرار دیتے ہوئے اس کے حق میں فیصلہ سنا دیتا ہوں، پس جس کی مرضی ہو تو اس کو لے لے اور چاہے تو اس کو چھوڑ دے، یعنی میرے اس فیصلہ سے حرام چیز حلال اور حلال چیز حرام نہیں ہوتی۔

لہٰذا اگر یہ فیصلہ واقعی سائل کی بے خبری اور اس کا موقف سنے بغیر یک طرفہ ہے تو پھر یہ دوسرا نکاح شرعاً نکاح نہیں بلکہ سفاح اور زنا ہے کیونکہ اس صورت میں سائل کا نکاح ازروئے شرع بحال اور قائم ہے اور نکاح پر نکاح قرآن کی نص جلی کے مطابق حرام ہے، چنانچہ پانچویں پارہ کی پہلی آیت میں فرمایا:

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ ...۲٤ ... النساء

"اور (حرام کی گئیں) شوہر والی عورتیں مگر وہ جو تمہاری ملکیت میں آجائیں اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کردیے ہیں"

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

(أَيْ: وَحُرِّمَ عَلَيْكُمُ الْأَجْنَبِيَّاتُ الْمُحْصَنَاتُ وَهِيَ الْمُزَوَّجَاتُ {إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ} (تفسیر ابن کثیر: ج ۱ ص ۵۱۶)

یعنی خاوندوں والی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں۔

اس آیت کریمہ کی وجہ سے چونکہ نکاح پر نکاح حرام ٹھہرا یعنی منعقد ہی نہیں ہوا لہٰذا بالفرض والتسلیم اگر یہ فیصلہ واقعی سائل کی بے خبری میں سنایا گیا ہے یعنی سچ مچ اس کو اطلاع دے کر عدالت میں حاضر ہو کر اپنا موقف پیش کرنے کا موقع نہیں دیا گیا تو اس ڈگری کی بنیاد پر دوسرا نکاح محض زناکاری ہے اور زنا کی سزا اگر زانی اور زانیہ کنوارے ہوں تو ہر ایک کو سو، سو کوڑے ہیں اور اگر وہ شادی شدہ ہوں تو دونوں کو رجم کیا جاتا ہے اگر ایک فریق کنوارہ اور دوسرا شادی شدہ ہے تو کنوارے کو سو کوڑے اور شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا جیسا کہ بخاری ج ۲ کتاب الحدود میں ہے۔ اور جج بھی گناہ میں معاونہ ہونے کی وجہ سے مجرم ہوگا اور فاضل جج نے سائل کی طلبی کے نوٹس جاری کئے سمن بھیجے مگر مدعیہ نے عدالت کے اہل کاران کے ساتھ ملی بھگت کرکے سائل کو بے خبر اور جج کو اندھیرے میں رکھا ہے تو اس صورت میں جج عنداللہ بری اور بے گناہ ہے یہ جواب بشرط صحت سوال تحریر کیا گیا ہے، جو محض ایک شرعی سوال کا شرعی جواب محض ہے کسی فریق پر فرد جرم عائد کرنا اور توہین عدالت ہرگز مقصود نہیں۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ محمدیہ

ج1ص699

محدث فتویٰ